ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 6 No.1 2022

منیر نیازی کی غزل (فکری و فنی مطالعہ)

MUNIR NIAZI'S GHAZAL (INTELLECTUAL AND TECHNICAL STUDY)

* محمد احمد عوان

پی۔ایچ۔ڈی اسکالر اُردو، یونیورسٹی آف سندھ

ABSTRACT

It is research dissertation in which the technical and intellectual traits of Munir Niazi's lyric have been introduced upon. One may find the qualities like fineness and love, affairs of heart, excitement, colour musicality, rare and attractive metaphors, humor and mockery, boldness, human embodiment, romantic greatness and love for the holy prophet (P.B.U.H. Munir has also gain words from other languages. In this way Munir is a different poet, with a unique style of this era. No doubt his lyric contains all those things which are the demands of Urdu Poetry.

Keywords: *Mah-Munir, lyric, teez hawa aur tanha, phol, safer de raat*

منیر نیازی کی غزل عشق کا گلستان روایتی پھولوں سے ہی آراستہ نہیں بلکہ منفرد جدید رنگوں سے بھی آراستہ ہے۔ یہ رنگ عاشق اور معشوق دونوں کے کرداروں میں جلوہ گر ہوتا ہے، جو انکی غزل کو کلاسیکی غزل سے منفرد اور جدید غزل کے مزاج کا تعین کرتا ہے۔ کلاسکی نقوش میں دہلی اور لکھنو دونوں کے اسالیب کی جھلک نظر آتی ہے۔ انیس ناگی نے ایک انٹرویو میں منیر نیازی سے اُنکی غزل میں روایتی محبوب کی شکل اور روایتی عاشقانہ تراکیب کی وجہ پوچھی گئی تو انہوں نے جواب دیا۔

"میں روایت سے منسلک رہنا چاہتا ہوں(1)

منیر نیازی کی غزل میں محبت کا معاملہ محض عاشق کا مسئلہ نہیں بلکہ محبوب کی ذات کا آشوب بھی بنتا ہے۔ جدید دور میں جس طرح عورت کو آزادی حاصل ہوئی اسی طرح محبوب کے کردار میں بھی تبدیلی واقع ہوئی۔ ساعت ہجراں جہاں عاشق پر گراں گزرتی ہے۔ وہیں محبوب بھی آہ وزاری کرتا ہے۔ بچھڑنے کا غم محض عاشق کو رنجور نہیں رکھتا بلکہ محبوب بھی غموں سے دل برداشتہ نظر آتا ہے۔ عاشق محبوب کا احترام تو کرتا ہے۔ لیکن اُس کی آواز میں تنومندی بھی نظر آتی ہے۔ وہ محبوب کی آنکھ میں آنکھ ملا کر بات کرتا ہے، دوسری جانب محبوب معصومیت کا پیکر ہے اور اس بات کا ادراک نہیں رکھتا کہ محبت کا راز کیسے چھپایا جائے۔

وطن کا آشوب اور قوم کے مصائب اُنکی شاعری کا بنیادی حوالہ ہیں۔ قیام پاکستان کے وقت ہماری آنکھیں جن خوابوں سے منور تھیں۔ مادیت پرستی اور نفسا نفسی کے گرداب میں الجھ کر بے نور ہو گئیں۔ ابھی چھوڑے ہوئے نگروں کی یاد تازہ تھی کہ نئے گھر کا وجود بھی حسرت بننے لگا۔ ان کیلئے پاکستان صرف خطہ زمین نہیں بلکہ ان کی اخلاقی اور روحانی آدرشوں کا استعارہ ہے۔

"منیر اس ملک پر آسیب کا سایہ ہے یا کیا ہے
کہ حرکت تیز تر ہے اور سفر آہستہ آہستہ(2)

پروفیسر فتح محمد ملک منیر نیازی کے سیاسی و سماجی شعور اور جذبہ حب الوطنی کے حوالے سے اس طرح تجزیہ کرتے ہیں۔

"منیر کے ہاتھوں میں کوئی پرچم ہے نہ ہونٹوں پر کوئی نعرہ۔ اس کے باوجود اس کی غزل تک میں حسن و محبت کی رنگوں اور نیرنگیوں سے کہیں زیادہ قومی زوال پر گھنی اداسی کی فکر انگیز پرچھائیاں لرزاں ہیں۔(3)

منیر نیازی کا سیاسی سماجی اور عمرانی شعور انہیں بے چینی، ناانصافی اور بے حسی سے مملو تصویریں دکھاتا ہے۔ لیکن اس زوال میں بھی وہ امید کی معراج دیکھتے ہیں۔ وہ مسائل حیات اور منفی رجحانات کی عکاسی ضرور کرتے ہیں لیکن زندگی کی مثبت رویوں کے خواہاں ہیں۔ وہ بنجر زمین میں چمن سازی کرتے ہیں، اور دشت کی ویرانی میں بھی تعمیر کی خو رکھتے ہیں۔ زندگی کے حوالے سے اس مثبت اور صحت مند رجحان کے حوالے سے حنیف رائے لکھتے ہیں۔

"ان کے یہاں اُن شاعروں کی سی آفاقیت نہیں جو خدا کائنات اور انسان کے رشتوں میں غلطاں و پیچاں رہتے ہیں۔ وہ تو ایک صحرائی پھول ہے، جو اپنے رنگ اور اپنی خوشبو سے قریب سے گزرنے والوں کی زندگی کے حسن کی ایک بھرپور جھلک دکھاتا ہے۔ اور مسافر اُس جھلک کو دلوں میں چھپائے آگے بڑھ جاتے ہیں"(4)

اُن کی شاعری دراصل انکی شخصیت کی تخلیق اور جمالیات جہت کی عکاس ہے۔ اس کا ایک رُخ ان کی شاعری میں موجود مذہبی فلسفے اور طرز احساس پر مبنی ہے۔ تیسرے مجموعے "دشمنوں کے درمیاں شام" کا انتساب حضرت امام حسین رضہ کے نام ہے۔ چوتھے مجموعے "ماہ منیر" کا انتساب حضور اکرم ﷺ کے نام ہے۔ اور آخری مجموعے "ایک تسلسل" کا انتساب خانہ کعبہ کے نام ہے جو تمام مسلمانوں کے مذہبی جذبات و عقیدت کا مرکز ہے۔ یہ انتسابات منیر نیازی کے مذہبی رجحان کے غماز ہیں۔ سرور الہدیٰ ان انتسابات کے حوالے سے اُن کے عقیدے اور ایمان کی بابت لکھتے ہیں۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 6 No.1 2022

"جب عقیدے اور ایمان کے ٹوٹنے اور بکھرنے کی بات جاری ہو، ان حالات میں خدا، نبی ﷺ اور امام حسین رضہ کی خدمت میں اپنے شعری سرمایے کو پیش کرنا اپنے ایمان اور عقیدے کی عمارت کو مزید مستحکم کرنا بھی ہے اور ساتھ ہی کسی مشکل وقت میں خود کو بکھرنے سے بچانے کا ایک وسیلہ بھی"(5)

پروفیسر فتح محمد ملک، منیر نیازی کی رسول پاک ﷺ سے اس جذباتی وارفتگی کا ذکر اس طرح کرتے ہیں۔

"ہوا یوں کہ ہم شہر کا راستہ بھول کر رفتہ رفتہ اُس شہر رسول ﷺ میں آپہنچے جہاں ہر کام بے معنی ہو کر رہ گیا ہے، جہاں نہ تو اطاعت میں کوئی معنی باقی رہے اور نہ ہی بغاوت۔ اس ہولناک فضاء میں منیر بے اختیار اللہ کو پکارتے ہیں اور اپنے رسول اکرم ﷺ کو یاد کرتے ہیں۔ اس تمنا کے ساتھ کہ ہمارے سامنے صفا کی راہیں ایک بار پھر منور ہو جائیں"(6)

واقعہ کربلا کے حوالے سے ایک اہم بات یہ کہ منیر نیازی کے پہلے شعری مجموعے کا نام "تیز ہوا اور تنہا پھول" ہے۔ اور اس عنوان میں بھی ظالم اور مظلوم کی طرف اشارہ ہے۔ دوسرے مجموعے کا نام "دشمنوں کے درمیان شام" ہے اور اس کا انتساب بھی حضرت امام حسین کے رضہ کے نام ہے۔ مجموعے کے نام اور انتساب کو آپس میں جوڑ کر دیکھیں تو واقعہ کربلا کی شناخت اجاگر ہونے لگتی ہے، منیر نیازی کا کمال یہ ہے کہ انہوں نے اس واقعے کا من و عن بیان نہیں کیا بلکہ اس واقعے سے متعلق تلازمات کو عمری منظر نامے میں لکھ کر پیش کیا ہے۔ جو ان کی فکر و فنی چابک دستی کا ثبوت ہے۔ انتظار حسین "دشمنوں کے درمیان شام" میں موجود کربلا کی پیش کش کے حوالے سے لکھتے ہیں۔

"دشمنوں کے درمیان شام" کی نظمیں اور غزلیں پڑھتے پڑھتے کبھی آفت زدہ شہروں کی طرف دھیان جاتا ہے جہاں کوئی خطر پسند شہزادہ رنج سفر کھینچتا جا نکلتا تھا اور خلقت کو خوف کے عالم میں دیکھ کر حیران ہوتا تھا۔ کبھی عذاب کی ذد میں آئی ہوئی ان بستیوں کا خیال آتا ہے۔ جن کا ذکر قرآن میں آیا ہے، کبھی حضرت امام حسین رضہ کے وقت کا کوفہ نظروں میں گھومنے لگتا ہے۔ اس کے باوجود منیر نیازی عہد کی شاعری کرنے والوں سے زیادہ عہد کا شاعر نظر آتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ اس نے اپنے عہد کے اندر ایک آفت زدہ شہر دریافت کیا ہے، منیر نیازی کا عہد منیر نیازی کا کوفہ ہے۔"(7)

منیر نیازی کی شعری انفرادیت اُن کے اسلوب اور طرز ادا میں ہے۔ جس کا تعلق ان کے ذرخیز تخیل اور عمیق مشاہدے کے ساتھ ہے۔ رومانوی لب ولہجہ، عصری و سیاسی شعور اور تجسس ان کا شاعری میں ایک جہاں تازہ کی بنیاد رکھتا ہے۔ جس کے نتیجے میں ان کی علامتی و استعاراتی نظم ظہور پذیر ہوتی ہے جو پوری طرح خود کفیل ہے۔ وہ مفرد اور مرکب کے ذریعے معانی کا ایک لامتناہی سلسلہ تخلیق کرتے ہیں۔ جس میں ذات سے سماج تک کے تمام رنگ جلوہ گر ہیں۔ ڈاکٹر ارشد محمود ناشاد، منیر نیازی کی علامتوں کے حوالے سے لکھتے ہیں۔

"منیر کی غزل میں استعارات اور علامات کا بھرپور استعمال جہاں معنی کے مختلف آفاق روشن کرتا ہے، وہاں غزل کی خارجی زیبائش میں بھی انفرادیت کا نقش ثبت کرتا ہے، انہوں نے ماحول کی کرب ناکی، اخلاقی و معاشرتی اقدار کی شکست وریخت 1947 کے فسادات اور تقسیم کے بعد ہجرت کے اندوہ ناک واقعات اور نے عصری مسائل کی تصویر کشی کیلئے نئی علامتیں استعارے واضع کیے۔"(8)

منیر کی شاعری کی سب سے اہم علامت شہر ہے۔ شہر بنیادی طور پر ڈپریشن، ذہنی دباؤ، اجنبیت، مادہ پرستی، اظہار کی کمی اور بے مقصدیت کا حوالہ ہے، منیر نیازی کے ہاں شہر ان معانی کے علاوہ تنہا ہی اور رومان منسلک ہے۔ نیازی شہروں کی اس مخدوش صورت حال کے باوجود مایوس نہیں اور خراجہ حال کے آئینے میں فرد کا عکس دیکھتے ہیں۔ اصغر ندیم سید منیر نیازی کی اقلیم شعر میں شہروں کے تہذیبی زوال کے بعد رجائی رویئے کا یوں محاکمہ کرتے ہیں۔

"منیر نیازی ایک خوبصورت زندگی کو اپنے اردگرد دیکھنا چاہتے ہیں۔ جہاں انسانی ماحول ہو، بدصورت اور مکروہ خیالات کا داخلہ اس میں بند ہو۔ پاؤں رکھنے کیلئے زمین، سانس لینے کیلئے تازہ ہوا ہو۔ لیکن بدقسمتی سے وہ ایسی بستی میں ہے جس کے پرندوں کو ڈرا دیا گیا ہے۔ اور درخت خالی ہو گئے ہیں شہر اپنے باطن میں خوف زدہ ہو گئے ہیں۔"(9)

ایک انٹرویو میں اس آرزوں بھرے نگر کی وضاحت اس طرح کی ہے۔

"منیر نیازی ایسا شہر بسانا چاہتے ہیں جو کثافتوں سے پاک ہو۔ اور انسانوں کی آزادی تحفظ اور سالمیت کا ضامن ہو۔"(10)

منیر نیازی کی غزل کا ایک اہم حوالے چاند یا مہتاب ہے۔ یاد اور خواب ان کی غزل کا بنیادی نقطہ ہیں، اس غیر منقسم سلسلے اور جمالیات کے ساتھ غیر معمولی دل چسپی کے نتیجے میں چاند کا ذکر ان کی غزل میں بار بار ملتا ہے۔ فطرت کا یہ حسین مظہر کبھی اپنی فطری خصوصیات کے ساتھ جلوہ گر ہوتا ہے تو کبھی علامت کا روپ دھار کر معانی کا طلسم گر بنتا ہے۔

چاند نکلا ہے سر قریۂ ظلمت دیکھو
ہوئی کیسی سیہ خانوں کی رنگت دیکھو

(ایک اور دریا کا سامنا، ص389)

نکلا جو چاند آئی مہک تیز سی منیر
مرے سوا بھی باغ میں کوئی ضرور تھا

(ایک اور دریا کا سامنا، ص211)

چاند کی تنہائی دراصل شاعر کے اپنے وجود کی تنہائی ہے۔ مجموعی طور پر چاند تنہائی، جنوں خیزی، پراسراریت، روشنی اور حُسن کی علامت بنتا ہے، امجد طفیل، منیر نیازی کی غزل میں چاند کی علامت کے حوالے سے لکھتے ہیں۔

"چاند کا انسانی کیفیات سے گہرا تعلق ہے۔ چاند زمانہ قدیم سے حسن و جمال کا استعارہ ہے، اور جدید دور میں سائنسی انکشافات کے باوجود چاند کے استعاراتی معنوں نے اپنی معنویت کو برقرار رکھا ہے، منیر نیازی نے بھی چاند سے وابستہ جمالیاتی امکانات کو گھنگالا ہے اور انہیں تخلیقی انداز میں اپنی غزلوں کے اشعار میں پیش کیا ہے۔"(11)

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 6 No.1 2022

ہوا منیر نیازی کی نظم اور غزل دونوں میں بہ یک وقت زندگی اور موت کی علامت بنتی ہے، منیر نیازی کے شعری مجموعوں کے اسما پر غور کیا جائے تو دو مجموعوں "تیز ہوا اور تنہا پھول" اور "سفید دن کی ہوا" کے نام ایسے ہیں۔ جس میں ہوا کا ذکر ہے۔ ان مجموعوں کے ناموں میں ہوا سے متعلق مثبت اور منفی دونوں زوایہ ہائے نظر واضع ہوتے ہیں۔ ڈاکٹر انور سدید اس حوالے سے لکھتے ہیں۔

"منیر نیازی کے ہاں ہوا، اسرار، خوف اور موت کی علامت ہے، یہ کریہہ صورت وارد ہوتی ہے تو گلیوں میں سناٹا چھا جاتا ہے اور پھر واپس جاتی ہے تو شہروں کی رونقیں بھی بہا کر لے جاتی ہے۔"(12)

دراصل منیر نیازی کی شاعری جہاں روایت سے منسلک ہونے کا پتہ دیتی ہے۔ وہیں ان کا شاداب تخیل اور قوت اختراع اُن کی غزل میں ایسی فضا تیار کرتے ہیں، اور لفظیات کا ایسا ڈھانچہ بناتے ہیں۔ جس سے اُن کی غزل جدید ادب میں معتبر و منفرد ٹھہرتی ہے

حوالہ جات

(1) ڈاکٹر انیس ناگی، استفسار از منیر نیازی، مشمولہ ماہ نامہ دانش ور، لاہور، شمارہ 27، 1999ء ص 44
(2) ایک اور دریا کا سامنا، ص 412،
(3) فتح محمد ملک، تحسین و تردید، راول پنڈی، اثبات پبلی کیشنز 1984، ص 242، 241،
(4) حنیف رامے، "کچھ منیر نیازی کے بارے میں" مشمولہ ہفتہ روزہ نصرت، لاہور، ماہ نامہ، یکم جنوری، 1961، ص 27۔
(5) سرور الہدیٰ "منیر نیازی۔۔۔۔ غزل کے آئینے میں مشمولہ اُردو دنیا، دہلی، 25 مارچ 2007ء، ص 25۔
(6) فتح محمد ملک "منیر نیازی کا شہر آشوب، ص 47
(7) انتظار حسین، دیباچہ، "دشمنوں کے درمیان شام" مشمولہ کلیات منیر، اسلام آباد، دولت پبلی کیشنز، 2008، ص 272۔
(8) ڈاکٹر ارشد محمود ناشاد، اُردو غزل کا تکنیکی بیتی اور عروضی سفر، لاہور، مجلس ترقی ادب، اگست 2008، ص 255
(9) اصغر ندیم سید "منیر نیازی" ص 497
(10) انتظار حسین، ملاقاتیں، ص 106۔
(11) امجد طفیل، منیر نیازی، شخصیت اور فن، ص 60۔
(12) ڈاکٹر انور سدید، "اُردو نظم کی ایک علامت ہوا" مشمولہ علامت نگاری، مرتب اشتیاق احمد، لاہور، بیت الحکمت، 2005، ص 289۔